OPEN ACCESS
Al-ISRA
﴾International Journal of Islamic Thought﴿
ISSN: 2959-3603
www.israjr.com

Al-ISRA
Vol.:5, Issue: 1, Jan -March 2026 PP: 01-09

عدمِ تقدیم کا قرآنی اصول: آیتِ کریمہ "لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ" کا لسانی و تفسیری مطالعہ

The Qur'anic Principle of Divine Precedence: A Linguistic and Exegetical Analysis of Verse 01 of Surah Al-Hujurat

Dr. Ilyas Ahmad
Lecturer, Islamic Studies, SBB University Sheringal, Upper Dir, KP (PAK)
Email: Ilyasahmad99@gmail.com

Dr. Sarzameen Khan
Theology Teacher, Govt High School Meena, Malakand, KP, (PAK)
Email: sarzamin.mscr404@iiu.edu.pk

Dr. Aftab Ahmad
Assistant Professor, Islamic Studies, SBB University Sheringal, Upper Dir, KP (PAK)
Email: dr.aftabahmad@sbbu.edu.pk

Abstract

This research paper presents a profound thematic study of the foundational verse of Surah Al-Hujurat: "O you who have believed, do not put yourselves ahead of Allah and His Messenger." Termed by exegetes as the "Surah of Ethics" (Surat al-Adab), it establishes the constitutional hierarchy of Shariah and the spiritual etiquette (Adab) required of a believer toward divine authority. Through a rigorous analysis of classical and modern Tafsir literature spanning from the foundational narrations of Imam Tabari and the theological insights of Imam Maturidi to the modern sociological perspectives of Ibn Ashur and Wahbah al-Zuhayli this study explores the linguistic technicalities, Historical triggers (Asbab al-Nuzul), and Juridical Ramifications of the verse. The research investigates the linguistic debate regarding the transitivity of the verb " لَا تُقَدِّمُوا" and its metaphorical beauty. The findings elucidate that the verse serves as a psychological and legal barrier against spiritual arrogance and "Iftiyat" (unauthorized action), transforming the Bedouin social structure into a disciplined spiritual community. Ultimately, it asserts that in the presence of an explicit Divine Text (Nass), independent human judgment (Ijtihad) must remain subordinate to the Prophetic Decree, ensuring that the institutional hierarchy of the Muslim Ummah remains anchored in revelation.

Keywords: *Adab, Ittiba', Asbab al-Nuzul, Ijtihad, Surah Al-Hujurat, Linguistic Analysis, Authority, Iftiyat, Nass, Exegetical Methodologies.*

CC BY

1. ملخص :

زیرِ نظر تحقیقی مقالہ سورۃ الحجرات کی پہلی آیت مبارکہ " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ " کے علمی، لسانی اور تفسیری پہلوؤں کا ایک عمیق اور موضوعاتی احاطہ کرتا ہے۔ سورۃ الحجرات، جسے مفسرینِ کرام نے " سورۃ الادب " اور اسلامی اخلاقیات کے ضابطۂ حیات سے تعبیر کیا ہے، اپنی اس پہلی آیت میں اساسی قانونی اور روحانی اصول وضع کرتی ہے کہ مومن کا رویہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے کیا ہونا چاہیے۔ اس مقالے میں کلاسیکی اور جدید تفسیری ادب کے تقابلی مطالعے کے ذریعے یہ واضح کیا گیا ہے کہ کس طرح مفسرینِ کرام نے اس آیت کے ذریعے اسلامی ریاست اور معاشرے میں "حاکمیتِ الٰہیہ "اور" اتباعِ رسول ﷺ " کے تنظیمی و دستوری ڈھانچے کو متعین کیا ہے۔ مقالہ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ مفسرین کے نزدیک" تقدیم "کی ممانعت محض انفرادی رویوں تک محدود نہیں، بلکہ یہ قانون سازی، عسکری مہمات، اور عبادات کے اوقات کی ترتیب میں وحیِ الٰہی کی برتری کا ابدی اعلان ہے۔ تحقیق کے نتائج یہ ثابت کرتے ہیں کہ یہ آیت اسلامی نظامِ اطاعت میں" اجتہاد "اور" نص " کے مابین ایک ایسی درجہ بندی قائم کرتی ہے جس میں انسانی عقل کو وحیِ الٰہی کے تابع رہ کر ہی فوز و فلاح حاصل ہو سکتی ہے۔

2. مقدمہ اور پس منظر (INTRODUCTION AND BACKGROUND)

سورۃ الحجرات قرآنِ حکیم کی وہ عظیم الشان سورت ہے جو ایمانی معاشرت کے آداب، داخلی ضوابط اور تمدنی اقدار کو ایک مربوط نظام کی شکل میں پیش کرتی ہے۔ اس سورت کا آغاز جس آیتِ کریمہ سے ہوتا ہے، وہ محض ایک اخلاقی نصیحت نہیں بلکہ اسلامی نظامِ زندگی کے لیے ایک" آئینی فریم ورک (Constitutional Framework) "فراہم کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے" :يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ) "اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو)۔ یہ حکم مومن کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں وحی اور سنت کی مرکزیت کو اس طرح قائم کرتا ہے کہ کوئی بھی قول، فعل، یا رائے ان کے دائرۂ اختیار سے تجاوز نہ کرے۔ یہ آیت درحقیقت" ادب "کو" ایمان "کی روح قرار دیتی ہے اور واضح کرتی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کی موجودگی (خواہ وہ ظاہری ہو یا بصورتِ سنتِ مطہرہ) میں اپنی مرضی کو مقدم کرنا روحانی زوال کا پیش خیمہ ہے۔

لسانی تجزیہ اور مفسرین کی آراء :

اس آیت میں لفظ" لَا تُقَدِّمُوا "لغوی اور نحوی اعتبار سے گہرے مفاہیم کا حامل ہے۔ امام زمخشریؒ" تفسیر کشاف"[1] میں اور امام آلوسیؒ" روح المعانی"[2] میں اس کے لسانی پہلوؤں پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ لفظ" تَقْدِیم "سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے کسی چیز کو دوسری چیز سے آگے کر دینا۔ مفسرین کرام کے مابین اس بحث پر طویل کلام ہوا ہے کہ کیا یہ فعل متعدی (Transitive) ہے یا لازم (Intransitive) ۔

توجیہِ متعدی :

اگر اسے متعدی مانا جائے تو اس کا مفعول (Object) محذوف ہے، یعنی" لَا تُقَدِّمُوا اَمْرًا "(کسی معاملے کو آگے نہ بڑھاؤ)۔ امام آلوسیؒ کے نزدیک مفعول کا حذف کرنا" عموم "کا فائدہ دیتا ہے، یعنی زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو خواہ وہ عبادات

ہوں، سیاسی فیصلے ہوں یا عسکری تدابیر کسی بھی معاملے میں اللہ اور رسول ﷺ سے سبقت نہ کی جائے۔

توجیہ لازم :

بعض قراءات، جیسے امام ضحاکؒ اور امام یعقوبؒ کی قرات میں" لَا تَقَدَّمُوا "(بفتح التاء والدال) منقول ہے، جو "تفعّل "کے باب سے ہے اور لازم کا مفہوم رکھتا ہے۔اس صورت میں معنی" تم خود آگے نہ بڑھو "کے ہوں گے۔

امام نسفیؒ [3] اور امام ابو السعودؒ[4] نے" بَيْنَ يَدَيِ "(دونوں ہاتھوں کے درمیان) کی تشبیہ کو ایک انتہائی بلیغ تمثیل اور استعارہ قرار دیا ہے۔ عربی زبان میں یہ محاورہ کسی شخصیت کی کامل موجودگی اور اس کی اتھارٹی کے سامنے انتہا درجے کے انکسار کو ظاہر کرنے کے لیے مستعمل ہے۔ امام نسفیؒ کے بقول اس سے مراد" تصوير الهجنة والشناعة ہے، یعنی اللہ اور رسول ﷺ کے حکم سے پہلے اپنی رائے دینا اس قدر قبیح فعل ہے جیسے کوئی خادم اپنے آقا کے ہاتھوں کے سامنے سے گزر کر سبقت لے جانے کی کوشش کرے۔اس آیت کا تزویراتی اثر (Strategic Impact) یہ ہوا کہ اس نے جزیرہ نما عرب کے ان بدوی قبائل، جن کی طبیعت میں فطری طور پر ایک قسم کی بے باکی اور آزادی تھی، انہیں ایک منظّم، باادب اور وحی کے تابع رہنے والی روحانی برادری میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس آیت کے آفاقی پیغام کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ان اسبابِ نزول کا مطالعہ ناگزیر ہے جو اس کے نزول کا محرک بنے۔

3.اسبابِ نزول: تاریخی تناظر اور اہم واقعات(HISTORICAL CONTEXT)

آیتِ کریمہ کا فہم اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ان مخصوص واقعات کا مطالعہ نہ کیا جائے جنہوں نے اس کے نزول کے لیے پس منظر فراہم کیا۔ اسلامی تاریخ کے مستند مراجع، بالخصوص امام ابن جریر الطبریؒ [5] اور امام ابن کثیرؒ [6] ودیگر مفسرینِ کرام نے اس ضمن میں متعدد اہم واقعات نقل کیے ہیں جو اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ " تقدیم" کن صورتوں میں واقع ہو سکتی تھی۔

بزرگانِ صحابہ کا اختلاف :(The Conflict of the Elders)

سب سے مشہور واقعہ جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے، وہ بنو تمیم کے وفد کی آمد کا ہے۔جب یہ وفد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا تو امیر کی تقرری پر بحث چھڑ گئی۔حضرت ابو بکر صدیقؓ نے قعقاع بن معبدؓ کا نام تجویز کیا، جبکہ حضرت عمر فاروقؓ نے اقرع بن حابسؓ کا نام پیش کیا۔ اس مکالمے کے دوران دونوں اکابر کی آوازیں بلند ہو گئیں اور ایک دوسرے کی رائے سے صریح اختلاف پیدا ہوا۔ یہ اختلاف اگرچہ نیک نیتی پر مبنی تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہ آیا کہ رسول ﷺ کے سامنے کسی بھی قسم کی ذہنی یا کلامی سبقت کی جائے۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی تاکہ یہ سکھایا جائے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ موجود ہوں، وہاں مشورہ بھی آپ ﷺ کے اذن اور ادب کے دائرے میں ہونا چاہیے۔[7]

قربانی کا واقعہ :(The Incident of Slaughtering)

امام حسن بصریؒ سے منقول روایات کے مطابق، عید الاضحیٰ کے دن کچھ صحابہ کرام نے اس جذبے کے تحت کہ نیک کام میں جلدی کرنی چاہیے، نبی اکرم ﷺ کے نماز پڑھنے اور اپنی قربانی ذبح کرنے سے پہلے ہی اپنے جانور ذبح کر دیے۔ان کا مقصد معصیت نہ تھا بلکہ ذوقِ عبادت تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے" تقدیم "قرار دے کر منع فرمایا۔آپ ﷺ نے انہیں حکم

دیا کہ وہ اپنی قربانی دوبارہ کریں کیونکہ انہوں نے وقت اور ترتیب میں اللہ کے رسول ﷺ سے سبقت کی تھی۔[8]

بئرِ معونہ اور بنو سلیم کا واقعہ :

ایک انتہائی اہم تاریخی تناظر بئرِ معونہ کے المناک واقعے سے جڑا ہوا ہے۔ جب بنو عامر نے دھوکے سے ستر قاری صحابہ کرامؓ کو شہید کر دیا، تو ان میں سے بچ نکلنے والے صحابہ کرامؓ نے مدینہ منورہ واپسی پر بنو سلیم کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا جن کے پاس رسول اللہ ﷺ کا امان نامہ تھا، مگر صحابہ اس سے بے خبر تھے۔ انہوں نے اجتہاداً انہیں دشمن سمجھا اور قتل کر دیا۔ جب یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا" :بئس ما صنعتم"[9] (تم نے بہت برا کیا)۔ چونکہ وہ لوگ معاہدت (مقتولین) میں سے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے ان کی دیت (سو اونٹ) ادا کی۔ اس واقعے پر یہ آیت نازل ہوئی کہ کسی بھی خونی معاملے یا جنگ و صلح کے فیصلے میں اللہ اور رسول ﷺ کی حتمی ہدایت کا انتظار کرنا واجب ہے اور اپنی رائے سے اقدام کرنا" افتیات (Unauthorized Action) "ہے۔ یہ تمام واقعات اس حقیقت پر منتج ہوتے ہیں کہ " تقدیم "خواہ قول میں ہو، فعل میں ہو یا اجتہاد میں، اگر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے اذن سے پہلے ہے تو وہ ممنوع ہے۔

4. اسلامی تفسیری ادب کی روشنی میں مفسرین کے آراء (SCHOLARLY DISCOURSES)

4.1 امام مجاہد بن جبرؒ اور ابن عباسؓ (The Foundational View)

تابعینؒ کے امام اور حضرت ابن عباسؓ کے شاگردِ رشید، امام مجاہد بن جبرؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ایک نہایت بلیغ اصطلاح استعمال کی ہے" :لَا تَفْتَاتُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ "(لا تفتاتوا على رسول الله ﷺ بشيء حتى يقضيه الله على لسانه)۔ لفظ" افتیات "کا مفہوم ایسی رائے یا عمل کا ہے جو کسی صاحبِ اختیار کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سرانجام دیا جائے۔ امام مجاہدؒ کے نزدیک اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ مومن اپنی زبان اور عمل کو اس وقت تک لگام دے کر رکھے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کی زبانِ مبارک سے کوئی فیصلہ صادر نہ فرما دے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ "کتاب اور سنت کے خلاف کوئی بات نہ کہی جائے "(لا تقولوا خلاف الكتاب والسنة)۔ یہ تفسیری بنیاد اس امر کو واضح کرتی ہے کہ" تقدیم "کا اصل مادہ وحیِ الٰہی سے پہلے اپنی عقل یا جذبات کو اہمیت دینا ہے۔[10]

4.2 امام ابن جریر الطبریؒ (The Master of Narrations)

امام طبریؒ اپنی ضخیم تفسیر" جامع البیان "میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ" لا تقدموا "کا عمومی مفہوم یہ ہے کہ اے ایمان والو! اپنی جنگوں، اپنے دین کے احکامات یا کسی بھی دنیوی و دینی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے سے پہلے عجلت نہ کرو، مبادا تم اللہ کے حکم کے خلاف کوئی فیصلہ کر بیٹھو۔ امام طبریؒ عربی محاورے" فلانٌ يقدّم بين يدي إمامِه "سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب وہ شخص ہے جو اپنے امام کی موجودگی میں اسے حکم دینے لگے یا اس سے پہلے فیصلہ صادر کرے۔ ان کے نزدیک یہ آیت ہر اس قول اور فعل کو محیط ہے جو شرعی حدود سے تجاوز کی نیت سے یا بے احتیاطی میں کیا جائے۔[11]

4.3 امام ابو منصور الماتریدیؒ (The Theological Perspective)

امام ماتریدیؒ اس آیت کو ایک عمیق الہیاتی (Theological) تناظر میں دیکھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس خطاب کے ذریعے یہ حقیقت واضح کر دی کہ " الخلق والامر " (تخلیق اور حکم) صرف اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "اعلموا أن لله الخلق والأمر"۔ ان کے نزدیک کسی بھی مومن کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی معاملے میں، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اللہ اور رسول ﷺ کے حکم سے ہٹ کر اپنا کوئی الگ حکم، قول یا فعل لائے۔ امام ماتریدیؒ یہاں ایک اہم کلامی بحث بھی چھیڑتے ہیں کہ " بین یدی " کے الفاظ سے کسی جسمانی ہاتھ یا سمت کا وہم نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ " عظمت اور قدرت " کی استعارہ سازی ہے، جیسے " خلق بیدی " (میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا) میں ہاتھ سے مراد علم اور قدرت ہے۔ وہ اسے ایک "عام مطلق "ممانعت قرار دیتے ہیں جو انسانی زندگی کے ہر لمحے پر نافذ ہے۔[12]

4.4 امام زمخشریؒ اور امام قشیریؒ (Linguistic and Traditional Synthesis)

امام زمخشریؒ "الکشاف "میں اس آیت کی بلاغت کے جوہر کھولتے ہوئے کہتے ہیں کہ " بین یدی "کا استعارہ اس لیے استعمال ہوا تاکہ اس فعل کی شناعت (برائی) کو محسوس طریقے سے دکھایا جا سکے (تصویر الہجنۃ والشناعۃ)۔ وہ لکھتے ہیں کہ جیسے کوئی خادم اپنے آقا کے بالکل سامنے سے گزر کر اس کی توہین کرتا ہے، ویسے ہی اللہ اور رسول ﷺ کے حکم سے پہلے اپنی رائے دینا روحانی گستاخی ہے۔[13] دوسری طرف امام قشیریؒ لطائف الاشارات "میں اسے" اتباع "کا اساسی ضابطہ قرار دیتے ہیں۔۔ وہ اہل علم کا قول نقل کرتے ہیں کہ" وقفوا حيثما وُقِفتم "(وہیں رک جاؤ جہاں تمہیں روک دیا گیا ہے)۔ مومن کا منصب "اہلِ اقتداء "ہونا ہے، نہ کہ" اربابِ ابتدا "(نئی راہیں نکالنے والا)[14]

4.5 امام فخر الدین رازیؒ (The Philosophical Depth)

امام رازیؒ نے اپنی" تفسیر کبیر "میں اس آیت کے تحت کئی" مسائل (Philosophical Questions) " قائم کیے ہیں۔ وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ رسول ﷺ کا ذکر کیوں کیا؟ ان کے نزدیک یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول ﷺ اللہ کے ہاں اس قدر بلند مقام رکھتے ہیں کہ ان کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ذکر" توطئہ اور تمہید "کے طور پر ہے تاکہ یہ بتایا جا سکے کہ رسول ﷺ کا فیصلہ درحقیقت اللہ ہی کا فیصلہ ہے اور ان سے سبقت کرنا درحقیقت اللہ سے سبقت کرنا ہے۔ امام رازیؒ اس نکتے پر بھی زور دیتے ہیں کہ" لا تقدموا "میں مفعول کا حذف ہونا یہ بتاتا ہے کہ کسی بھی قسم کی تقدیم (خواہ وہ دل کا خیال ہو یا زبان کا لفظ) منع ہے۔[15]

4.6 امام قرطبیؒ (The Juridical Framework)

امام قرطبیؒ نے اس آیت سے نہایت اہم فقہی احکام (Ahkam al-Quran) مستنبط کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت اس قاعدے کی اصل ہے کہ نبی ﷺ کے ارشادات کے مقابلے میں کسی کی رائے کو ترجیح نہیں دی جا سکتی۔ انہوں نے زکوٰۃ کے معاملے میں امام اشہبؒ اور دیگر فقہاء کے آراء کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ امام اشہبؒ کا موقف ہے کہ زکوٰۃ کو اس کے مقررہ سال (حول) سے ایک لمحہ پہلے بھی ادا کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ" تقدیم "کے زمرے میں آتا ہے، جیسے نماز کو وقت سے پہلے پڑھنا ناجائز ہے۔ اگرچہ دیگر فقہاء (امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ) نے مخصوص حالات میں تقدیمِ زکوٰۃ کی اجازت دی ہے، لیکن

امام قرطبیؒ اس بحث کے ذریعے یہ ثابت کرتے ہیں کہ عبادات کی ترتیب اور اوقات کا تعین اسی "عدمِ تقدیم" کے اصول پر مبنی ہے۔[16]

4.7 علامہ اسماعیل حقیؒ (Ruh al-Bayan - The Spiritual/Sufi Adab)

"تفسیر روح البیان" میں علامہ اسماعیل حقیؒ نے اس آیت کو صوفیانہ اور روحانی ادب کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "تقدیم" سے مراد اپنی عقلِ ناقص کو وحیِ کامل پر فوقیت دینا ہے۔ وہ ایک نہایت لطیف نکتہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے "یا ایہا الذین آمنوا" کہہ کر ایمان والوں کو پکارا، یعنی باوجود اس کے کہ ان سے "تقدیم" کی لغزش ہوئی، اللہ نے انہیں "عاصی" (گنہگار) نہیں بلکہ "مومن" کہہ کر پکارا، جو اللہ کی رحمت اور بندوں کے لیے اس کی رافت کی دلیل ہے۔ ان کے نزدیک ایک مرید کے لیے اپنے شیخ کے سامنے اور ایک امتی کے لیے اپنے نبی ﷺ کے سامنے خاموشی اور تسلیم و رضا ہی اصل بندگی ہے۔[17]

4.8 امام ابن عاشورؒ (The Modern Sociological View)

جدید دور کے مفسر ابن عاشورؒ "التحریر والتنویر" میں اس آیت کو "معاشرتی نظم و ضبط (Social Discipline)" کا سنگِ بنیاد قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ آیت بدوی عربوں کی اس عادت کو ختم کرنے کے لیے آئی تھی جہاں ہر شخص اپنی مرضی کا مالک تھا اور قیادت کے فیصلے سے پہلے اپنی رائے دیتا تھا۔ ابن عاشورؒ کے نزدیک یہ آیت اداروں میں "سلسلہِ مراتب (Hierarchy)" اور حاکمیتِ اعلیٰ کے احترام کا سبق دیتی ہے، جس کے بغیر کوئی بھی منظم معاشرہ تشکیل نہیں پا سکتا۔[18]

4.9 علامہ وہبہ زحیلیؒ (The Contemporary Synthesis)

علامہ وہبہ زحیلیؒ "التفسیر المنیر" میں اسے "فقہ الحیاۃ" (زندگی کی فقہ) سے تعبیر کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ عصرِ حاضر میں اس آیت کا سب سے بڑا اطلاق یہ ہے کہ جدید مسائل (Modern Issues) میں بھی قرآن و سنت کے نصوص کو انسانی فلسفوں اور نظریات پر مقدم رکھا جائے۔ وہ "اجتہاد" کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اسے "نص" کے تابع رکھنے کو ہی اس آیت کا اصل تقاضا قرار دیتے ہیں۔[19]

5. آیتِ کریمہ کے فقہی و کلامی مباحث (JURIDICAL AND THEOLOGICAL DEBATES)

اجتہاد اور نص کا تعلق (Ijtihad vs. Nass):

فقہائے اسلام نے اس آیت سے یہ عظیم الشان قاعدہ اخذ کیا ہے کہ "لا اجتہاد مع النص" (جہاں نص موجود ہو وہاں اجتہاد کی گنجائش نہیں)۔ اس ضمن میں حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ ایک کلیدی حجت ہے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو پوچھا: "تم فیصلہ کیسے کرو گے؟" انہوں نے عرض کیا: "کتاب اللہ سے، پھر سنتِ رسول ﷺ سے، اور اگر وہاں نہ ملا تو پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا"۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اپنے رسول ﷺ کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول ﷺ راضی ہے۔ اس واقعے سے ثابت

ہوا کہ اجتہاد کا مقام وحی اور سنت کے بعد ہے، اور اگر اجتہاد کو نص پر مقدم کر دیا جائے تو وہ اسی" تقدیم "کے زمرے میں آئے گا جس سے قرآن نے منع فرمایا ہے۔[20]

یومِ شک کا روزہ :(The Day of Doubt)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے یومِ شک (رمضان سے ایک دن پہلے کا دن، جس میں چاند کی رویت مشکوک ہو) کے روزے سے منع کرنے کے لیے اسی آیت" لا تقدموا "سے استدلال کیا۔ تفسیر الثعلبیؒ[21] اور تفسیر القرطبیؒ[22] میں مذکور ہے کہ سیدہ عائشہؓ کے نزدیک نبی ﷺ کے روزہ رکھنے سے پہلے (احتیاطاً) روزہ رکھنا در حقیقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے بڑھنا ہے، جو کہ منع ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عبادات میں اپنی طرف سے" زیادتی" بھی اسی ممانعت کا حصہ ہے۔

وارثینِ انبیاء علیہم السلام کی پیروی :

مفسرین، بالخصوص ابن زیدؒ نے اس ادب کا دائرہ کار انبیاء کے وارثین یعنی" علماء کرام "تک بھی وسیع کیا ہے۔ حضرت ابودرداءؓ سے مروی روایت ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں حضرت ابو بکرؓ صدیق کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو ٹوکا اور فرمایا" :کیا تم اس شخص سے آگے چل رہے ہو جو انبیاء کے بعد تمام انسانوں میں سب سے بہتر ہے؟ "اس سے مفسرین نے یہ استنباط کیا ہے کہ بڑوں، اساتذہ اور اہل علم کے احترام میں بھی اس آیت کی روح کارفرما ہے، کیونکہ علماء کی تقدیم در حقیقت ان کے علمی منبع (رسول ﷺ) کی تقدیم ہے۔[23]

6. نتائج اور فکری ثمرات (FINDINGS AND INTELLECTUAL OUTCOMES)

1. **نفسیاتی اور روحانی تزکیہ** :یہ آیت مومن کے اندر سے علمی کبر اور فکری سرکشی کا خاتمہ کرتی ہے۔ یہ انسان کو یہ احساس دلاتی ہے کہ اس کی ناقص عقل خالقِ کائنات کے علمِ محیط کے سامنے ہیچ ہے، جس سے بندگی کی حقیقت آشکار ہوتی ہے۔
2. **حاکمیتِ الٰہیہ کا دستور** :یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ اسلامی ریاست اور معاشرے میں حتمی اتھارٹی (Ultimate Authority) صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ہے، اور تمام انسانی قوانین کو اسی وحی کے دائرے میں رہنا چاہیے۔
3. **خدمت بمقابلہ تقدیم** :مفسرین نے واضح کیا ہے کہ دین کی مخلصانہ خدمت اور دین میں اپنی طرف سے اضافے یا سبقت دو الگ چیزیں ہیں۔ سچا مومن وہی ہے جو وحی کا پیروکار (Follower) ہو، نہ کہ وحی سے آگے راستہ نکالنے والا (Innovator)۔

7. عصرِ حاضر کے تناظر میں تجاویز (SUGGESTIONS FOR THE CONTEMPORARY ERA)

1. **نظامِ تعلیم میں ادب کا فروغ** :عصرِ حاضر کے تعلیمی اداروں میں" قرآنی آداب "کو بطورِ نصاب متعارف کرایا جائے تاکہ نئی نسل میں ادارہ جاتی نظم و ضبط (Institutional Discipline) اور علمی مراجع (Academic Authority) کے احترام کا مادہ پیدا ہو۔
2. **دینی بیانیے کی اصلاح** :مذہبی اجتماعات اور خطبات میں" آدابِ رسول ﷺ "کو تمام اعمال کی قبولیت کی بنیادی

شرط کے طور پر پیش کیا جائے، تاکہ انتہا پسندانہ اور خود ساختہ تشریحات کا راستہ روکا جا سکے۔

3. **انتظامی اخلاقیات (Administrative Ethics):** حکمرانوں اور انتظامی افسران کے لیے اس آیت کا مطالعہ لازمی کیا جائے تاکہ وہ سمجھ سکیں کہ "مشاورت (Shura)" کی حدود کیا ہیں اور حتمی ضوابط (Core Values) سے انحراف کس طرح نظام کی تباہی کا سبب بنتا ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

1 ۔امام محمود بن عمرالزمخشریؒ، تفسیر کشاف ، دارالکتاب العربی، بیروت، 1407ھ، ج4، ص 349۔

2 ۔علامہ آلوسیؒ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ، ج13، ص 287۔

3 ۔إبوالبرکات، عبداللہ بن إحمد، مدارک التنزیل، دارالکلم الطیب، بیروت، 1419ھ ج3، ص346۔

4 ۔امام ابوسعودؒ، محمد بن محمد، تفسیرإبی السعود، دارإحیاء التراث العربی—بیروت، س۔ن،، ج08، ص115۔

5 ۔امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ، تفسیر الطبری (جامع البیان)، دار ہجر، القاہرہ، مصر، 1422ھ، ج21، ص335۔

6 ۔امام ابن کثیرؒ، تفسیر القرآن العظیم ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، 1419ھ، ج7، ص340۔

7 ۔امام ثعلبی، إحمد بن إبراہیم، الکشف والبیان، دار التفسیر، جدہ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ج24، ص335۔

8 ۔ابن عطیہ، إبو محمد عبدالحق بن غالب، المحرر الوجیز، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1422ھ، ج5، ص144۔

9 ۔امام احمد بن ابراہیم الثعلبیؒ، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن ، ج24، ص335۔

10 ۔امام مجاہد بن جبرؒ، تفسیر مجاہد ، دار الفکر الإسلامی الحدیثۃ، مصر، 1410ھ، ص610۔

11 ۔امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ، تفسیر الطبری (جامع البیان)، ج21، ص335۔

12 ۔امام ابو منصور الماتریدیؒ، تفسیر تأویلات إہل السنۃ ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، 1426ھ، ج9، ص322۔

13 ۔امام محمود بن عمرالزمخشریؒ، تفسیر کشاف ، ج4، ص349۔

14 ۔امام قشیری، لطائف الاشارات ، الہیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب- مصر، ج3، ص437۔

15 ۔امام فخر الدین الرازیؒ، تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)، دارإحیاء التراث العربی، بیروت، 1420ھ، ج28، ص91۔

16 ۔امام محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن ، دار الکتب المصریہ، القاہرہ، 1384ھ، ج16، ص300۔

17 ۔علامہ اسماعیل حقیؒ، روح البیان ، دار الفکر، بیروت، ج9، ص61۔

18 ۔محمد طاہر ابن عاشورؒ، تفسیر التحریر والتنویر ، الدار التونسیہ للنشر، تونس، 1984ء، ج26، ص218۔

19 ۔علامہ وہبہ زحیلیؒ، التفسیر المنیر ، دار الفکر، دمشق، شام، 1991ء، ج26، ص222۔

20 ۔امام ابن کثیرؒ، تفسیر القرآن العظیم ،ج7، ص340۔
21 ۔امام ثعلبی، احمد بن إبراہیم، الکشف والبیان، ج24، ص335۔
22 ۔امام محمد بن احمد الانصاری القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن ،ج16، ص300۔
23 ۔امام احمد بن ابراہیم الثعلبیؒ، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن ،ج24، ص335۔